جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی تھی۔ یہ علمائے لدھیانہ تھے۔ امام حریت شاہ ولی اللہ دھلوی کے فیض یافتہ، عظیم مجاہد آزادی مولانا عبدالقادر لدھیانوی (م ۱۸۶۰ء) کے فرزندان گرامی...... مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی اور مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی ......رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جس وقت احتیاط پسندی مرزا کے "الہامات" میں تاویل کی گنجائشیں دیکھتی تھی اور عافیت کوشی "تعرض" کی بجائے "تعذر" کی راہیں ڈھونڈتی تھی......اس وقت مرزا کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر، ۱۸۸۴ء میں انہی علمائے لدھیانہ نے دیا تھا۔ دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث بزرگوں کے انفرادی اور اجتماعی فتاویٰ اور حجاز و حرمین کے علما و شیوخ کے فتاوی .... یہ سب بعد میں آئے۔ علمائے لدھیانہ کی فراست اور حمیت اس قابل ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے، اس کو سلام کیا جائے۔ پیش نظر کتاب اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ محاسبۂ قادیانیت کی ایک سو سالہ تاریخ، اس کتاب میں بہت مُرتّب، بہت مربوط اور بہت جامع انداز میں محفوظ کی گئی ہے۔ مؤلف نے ہر اہم اور معروف عنوان سے اعتنا کیا ہے۔ تفصیلات اکثر و بیشتر ایسی ہیں جو غیر معروف تو ہیں، غیر اہم ہر گز نہیں ہیں۔ علمی، عوامی، عدالتی، قانونی اور سیاسی سطح پر، تحفظ ختم نبوت کی مقدس جدوجہد کی یہ داستان کتنے ہی مرحلوں اور کتنے ہی محاذوں کا عہد بہ عہد منظر نامہ ہے۔ دل پزیر و دل گداز، روح پرور و وجد آفریں!

چونکہ یہ ایک حوالے کی کتاب (ریفرنس بک) ہے۔ اس لئے......بہتر ہو گا کہ آئندہ ایڈیشن میں بعض امور کی طرف توجہ دی جائے۔ مثلاً ولیم ہنٹر کی سربراہی میں بننے والے برطانوی تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ (جس میں حکومت برطانیہ سے "ہندوستانی نبی" تیار کرنے کی سفارش کی گئی تھی)، برطانوی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم گلیڈسٹون کا قرآن پاک کو زمین پر دے مارنا، برطانوی وزیر ہند لارڈ میکالے کی طرف سے غلام ہندوستان کے لئے نئے نظام تعلیم کی تجویز، سر سید کے سیاسی، مذہبی اور تعلیمی افکار....ان سب موضوعات پر کتاب کے مندرجات کو ثانوی کی بجائے بنیادی ماخذ سے مستند بنایا جائے۔ بعض ماخذ کا اصل انگریزی متن نقل کیا جائے اور بعض کی عکسی نقل بھی دی جائے۔ کتابت کی اغلاط (جو کہ زیادہ نہیں ہیں) ختم کی جائیں۔ کتاب کے آخر میں "اشاریہ" شامل کیا جائے۔

کتاب کے مؤلف ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی مؤلفانہ زندگی کا نقش اول ہے اور بہت خوب ہے۔ (تبصرہ: ذ۔ بخاری)

کتاب: سر گزشتِ مسکین

مؤلف: غلام محمد نیازی

صفحات: ۲۸۵، قیمت: ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔

حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا شعر ہے.........

دورِ ماضی کا جہاں تاب، وہ عہدِ زریں
دُرجِ تاریخ کا یکتا و گراں موتی ہے

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ گزشتہ نصف صدی پر پلٹ کر نگاہ ڈالیے تو اس دینی و معاشرتی انحطاط کے صید زبوں دور میں خلاقِ عالم نے ہر شعبے میں ایک سے بڑھ کر ایک شخصیت پیدا کی جو صحیح معنوں میں ظلمت کدۂ ہند میں خورشید جہاں تاب کی مصداق تھی۔ تحریک آزادی کے قافلے کو بگٹٹ کرنے والوں کی عظیم اکثریت مذہب کی راہ سے سیاست میں وارد ہوئی تھی۔ سیاسیات ھند میں مجلس احرار اسلام کا کردار دیگر جماعتوں پر اس لحاظ سے بھی فوقیت رکھتا ہے کہ احرار میں دینی علوم و فنون سے آراستہ شخصیات کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے پیراستہ رہنما بھی موجود تھے۔ جبکہ دیگر معاصر جماعتیں مثلاً مسلم لیگ سراسر غیر مذہبی جبکہ جمعیت علماء ہند یکسر مذہبی قیادت کی حامل تھیں۔ مجلس احرار کے اس خوشگوار جدید و قدیم اتحاد اور امتزاج کے نتیجے میں ہر مکتبۂ فکر کے ممتاز افراد نے اسی جماعت میں گوشۂ عافیت ڈھونڈا۔ مثلاً چودھری افضل حق، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین، تاج الدین انصاری، شورش کاشمیری، صاحبزادہ سید فیض الحسن، سید محمود احمد کاظمی ایڈووکیٹ، حافظ علی بہادر خان، نوابزادہ محمود علی خان، عبدالجلیل خان ایڈووکیٹ، چودھری عبدالستار، اشرف عطاء، سید بدرالدجیٰ اور محمد حسن چغتائی وغیرہ،

احرار بے غرض، بے لوث اور بے نفسوں کی جماعت تھی۔ بہادری اور دلاوری ان کا جوہر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر ہر پرخطر وادی میں اترے اور سرخرو ہو کر لوٹے۔

فدائے احرار حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ انہی جی داروں اور جگر داروں کے قافلۂ حق کے سرخیل تھے۔ ان کی جرأت و حق گوئی اور حق پژوہی کا ایک زمانہ شاہد و عادل ہے۔ ان کے حلقۂ رفاقت میں شجیع، متشرع و متدین اور کردار کا اجلاپن ہونا "شرائط رکنیت" میں شامل تھا۔ جن کی روشن مثال حضرت صوفی عبدالرحیم نیازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو فی الحقیقت ان خصوصیات سے غایت درجہ بہرہ ور تھے۔ حضرت صوفی صاحب بلند قامت، وجیہہ و دلاویز اور ملنسار شخصیت تھے۔ وہ جدید تعلیم یافتہ ہی نہ تھے بلکہ ایک صف شکن مجاہد ہونے کے علاوہ ذاکر و شاغل اور زاہد شب زندہ دار صوفی بزرگ بھی تھے۔

اوائل عمری میں مولانا گل شیر شہید کی معجز بیانیوں کا شکار ہوئے اور ان کے رفیق کار بن گئے۔ مولانا شہید ان دنوں ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ صوفی عبدالرحیم خان ان کی ولولہ انگیز قیادت و سیادت میں اس جہاد میں شریک ہوئے۔ "انجمن اصلاح المسلمین" سے لے کر "فوجِ محمدی" کے قیام تک دسیوں تحریکوں میں آپ نے مجاہدانہ کردار اداء کیا۔ جب مولانا گل شیر خان مجلس احرار میں شامل ہوئے تو حضرت صوفی صاحب بھی سراپائے احرار بن گئے اور انگریز سامراج کے خلاف احرار کی کفر شکن یلغار

اور ایمان پرور روایات کے سالار اور امین بن گئے۔ کالاباغ کے مظلوموں کے حق میں آواز اٹھائی تو نتیجۃً مولانا گل شیر شہید کر دیئے گئے اور آپ بھی جان لیوا مصائب سے دوچار ہوئے۔ (اسی تحریک میں مولانا مفتی محمود مرحوم نے ایک رضاکار کی حیثیت میں صوفی صاحب کی قیادت میں کام کیا تھا۔) پاکستان بن گیا تو ملک کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لئے اپنی تمام مساعی بروئے کار لائے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔ حکومتِ الٰہیہ کے قیام و نفاذ اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے تمام عمر متحرک اور کوشاں رہے۔ اور اس راہ میں جان و مال اور برادری نیز اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کو خاطر میں لائے بغیر دیوانہ وار کام کرتے رہے اور آخر کار ۱۷، اپریل ۱۹۹۱ء کو فیصل آباد میں آخرت کو سدھار گئے۔ آپ کا جنازہ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے پڑھایا۔

آپ کی سعید فطرت اولاد نے آپ کے مشن کو قائم رکھا ہوا ہے اور احرار کے سرخ پرچم تلے دین مبین کی حاکمیت و بالادستی کے لئے سرگرم عمل ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے لائق صاحبزادے اور معروف ماہر تعلیم جناب غلام محمد نیازی نے احقر کی تجویز اور بارہا اصرار پر اپنے والد ماجد کی تاریخی خدمات کو ''سرگزشت مسکین'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کا مقدمہ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان نے تحریر فرمایا ہے۔ سات ابواب پر مشتمل ''سرگزشت مسکین'' میں تعزیتی مراسلات، ممتاز اہل قلم اور صوفی صاحب کے احباب و معتقدین کے تاثراتی مضامین، سوانحی خاکہ و معاشرتی سرگرمیاں، سیاسی زندگی کی روداد، تقسیم ملک کے بعد خدمات، خاندان اور اولاد کا تذکرہ، رزم و بزم کے ساتھیوں کے احوال و تذکار اور آخر میں آپ کی پنجابی شاعری کا انتخاب......... یہ سب کچھ اتنا تفصیلی اور جاندار ہے کہ فاضل مؤلف کو بے ساختہ داد و تحسین اور تبریک پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب کی شاعری میں واقعہ کربلا کے حوالے سے مروّجہ روایات کا بیان محل نظر ہے جو ان کے ایک خاص دور کا ترجمان ہے۔ ''سرگزشت مسکین'' جہاں ایک عظیم انسان کی سوانح، جدوجہد، احوال و آثار اور شخصیت و کردار کا خوبصورت مرقع پیش کرتی ہے۔ وہیں اپنے عہد کے تاریخ ساز کرداروں سے بھی روشناس کراتی ہے۔ جناب غلام محمد نیازی کا قلم باپ کی محبت میں ڈوبا ہوا نہیں ہے، بلکہ انہوں نے واقعات کی اچھی طرح چھان بین کے بعد انہیں ایک بے لاگ مؤرخ کی طرح پیش کیا ہے۔ تحریک آزادی میں شمالی پنجاب کے خطے ضلع میانوالی کے کردار سے آگاہی ''سرگزشت مسکین'' کے مطالعہ کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہے۔ کتاب کی طباعت نہایت عمدہ، کمپیوٹر کتابت اور قیمت صرف ۱۵۰ روپے ہے (تبصرہ: محمد عمر فاروق)